ابوبکر فاروقی

پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ کیونکر ممکن ہے؟

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسے ایک عالمگیر مذہب ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی مملکت کے تمام تر امور کی انجام دہی ماسوائے اسلام کے کسی دوسرے قانون و مذہب کی دسترس میں نہیں ہے یہ محض دعوی نہیں بلکہ وہ حقیقت ہے کہ جسے جھٹلانا شمس و قمر کی رعنائیوں کا انکار کرنے کے مترادف ہے اسی نظریہ کے پیش نظر ضرورت ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے خطہ ارض پاکستان میں بھی یہی قانون اسلام رائج ہو کیونکہ پاکستان کا قیام اس طویل جدوجہد کا ثمر ہے جو مسلمانان برصغیر نے اپنے علیحدہ قومی تشخص کی حفاظت کے لئے کی تھی۔ یہ صرف الگ وطن کے حصول کا مطالبہ نہ تھا بلکہ اپنی تہذیب و مذہب کی ترویج و نفاذ کا خواب تھا۔ یہ صرف ہندو معاشرت کی غلامی سے آزادی کی سعی نہ تھی بلکہ اسلامی تمدن و معاشرہ کے قیام کا سپنا تھا۔ اگرچہ ہندو مسلمانوں کے قیمتی تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو مسخ کرنے کے ناپاک عزائم رکھتے تھے اور مسلمان قائدین امت مسلمہ کو ثابت قدمی اور علیحدہ قومی و ثقافتی تشخص کی حفاظت کی تلقین کرتے تھے لیکن در حقیقت مسلمانان برصغیر کے دل اسلام کی حلاوت سے معمور ہو چکے تھے اور وہ الگ وطن اور اس میں نفاذ اسلام کے خواہاں تھے مسلمانوں نے اس خواب کی تعبیر کے حصول کے لئے قربانیوں کی وہ لازوال داستانیں رقم کیں کہ صفحات تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کتنے ہی والدین نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کی قربانی دی، کتنی ہی بہنوں نے اپنی عزت کی تار تار چادر کی اوٹ سے نظریہ اسلام کی جھلک دیکھی، کتنے ہی معصوم بچوں نے نیزوں کی انیوں پر موت کا رقص کیا اور کتنے ہی نوجوانوں نے اپنی جوانیوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کا مقصد کیا تھا؟ ان کی منزل کیا تھی؟ ان کی خواہش کیا تھی؟ ان کی تمنا کیا تھی؟

ان تمام تر قربانیوں کا مقصد ایک تھا، منزل ایک تھی کہ "اسلام کا نفاذ" ہو۔ آج پاکستان زندگی کی پچاس منزلیں طے کر چکا ہے لیکن وہ تمام خواہشات اور امیدیں جو قیام پاکستان سے وابستہ تھیں، دم توڑتی نظر آ رہی ہیں۔ آزاد فضا سے غلامی کی بو آ رہی ہے۔ چین، سکون، امن و سلامتی کا فقدان نظر آ رہا ہے، فحاشی و عریانی کا سیل رواں موجزن ہے۔ فرقہ واریت کا زہر معاشرے کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ کبھی مارشل لاء کے روپ میں نفاذ اسلام کے خواب کو چکنا چور کر دیا گیا تو کبھی شریعت بل کے نام پر بھولی بھالی عوام کو اسلام کی حقانیت سے دور کیا گیا، اصلاح کرنے والوں کا پس زنداں جانا اس "ٹوپی ڈرامہ" کی حقیقت کو آشکار کر گیا ہے، اسلام کو کبھی طول اقتدار کے لئے استعمال کیا گیا اور کبھی قوم کی نظروں میں "ہیرو" بننے کے لئے استعمال کیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں ذاتیات کو اسلامیات پر ترجیح دینا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اغیار اور ان کے ایجنٹ کبھی بھی اسلام کی حقیقی تصویر عوام کے سامنے لانے کی سعی نہیں کریں گے اور اس چمن کی خوشبو سے محرومی ہمیشہ کے لئے ہمارے مقدر کا نصب کرنے کے لئے کوشاں ہیں یعنی اس خواب کی تعبیر حقیقی مظاہر نظر نہیں آ رہی۔ آزاد فضاء سے غلامی کی بو آ رہی ہے۔ کلچر اور تہذیب کے نام پر فحاشی، عریانی کا سیل رواں موجزن ہے، ہندوؤں کی رسوم و

> نصف صدی گزرنے کے باوجود قیام پاکستان سے وابستہ امیدیں دم توڑتی نظر آ رہی ہیں۔ اسلام کو محض اقتدار کو طول دینے یا قوم کی نظروں میں ہیرو بننے کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

رواج ہمارے اسلام کے نام لیوا حکمرانوں کی زیر سرپرستی اپنے قدم جما چکی ہیں' اسلام دشمن پھرے ہمارے آئیڈیل بن چکے ہیں۔ دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے نظر التفات ملاحان پاکستان کا شیوہ بن چکا ہے۔ حکمران لاکھوں کشمیری مسلمانوں کے قاتل' بے شمار بہنوں' بیٹیوں کی عصمت کے ڈاکو "بھارت" کیساتھ تعلقات کی راہ ہموار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ دو قومی نظریہ کے مخالف اور کائنات کے عظیم منافق کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر اظہار مسرت نظام' اسلام کی عملا تنقید کے ساتھ کھلا مذاق تو نہیں کیا جارہا ہے؟ بغل میں چھری منہ میں رام رام کے مترادف رویہ ہمارے امراء المومنین کا بن چکا ہے کہ ایک طرف نعرہ اسلام بلند کر رہے ہیں اور دوسری طرف قرآنی احکام اور تعلیمات نبوی ﷺ کی مراحتاً خلاف ورزی کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

تو اب جہاں نظریہ پاکستان "لاالہ الا اللہ" کی تنفیذ کا مرحلہ باقی ہے وہاں الجھے ہوئے مسائل کی گتھیوں کو سلجھانا بھی ہے۔ لیکن الجھنیں کون سی کم ہیں کہیں سیاسی میدان میں سیاستدانوں کا "روایتی تاج" کیا الجھنیں ہے تو کہیں حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشوں کا تسلسل ایک الجھن ہے اور کہیں اپوزیشن اور حلیف جماعتوں کا گرگٹ کر طرح رنگ بدلنا ایک الجھن ہے تو کہیں قوم کے معماروں کا فرائض منصبی سے لاعلم ہونا ایک الجھن ہے۔ اس طرح مذہبی سٹیج پر جاہلوں کا قبضہ ایک الجھن ہے تو اسلام کے نام پر حکمرانوں کا وطیرہ بھی ایک الجھن ہے کہ ہمارے حکمران عوام کی نظریں اسلام سے ہٹا کر ایسے امور کی طرف لے جانا چاہتے ہیں کہ جو عوام کو ایک آنکھ بھی نہیں بھاتے۔ شری واجپائی کے آمد کو ہی لیجیے کیا یہ کروڑوں مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا سبب بنی یا ان کے زخموں پر نمک پاشی کا موجب بنی۔

جب فرد سے جو معاشرے کی بھنور کی اکائی ہے۔ انسانیت ختم ہوجائے تو پھر اس کا وجود معاشرے کے لئے ناسور بن جاتا ہے۔

اہل عقل و دانش اس بات سے آگاہ ہیں کہ غلیظ کافر کے ساتھ خوش گپیاں کس حد تک ملکی مفاد کے لئے بہترین رہیں؟

بقول شاعر ؎

غیر سے دوستی کرو لیکن
پہلے کچھ روز آزما لینا

ان حالات میں نظام اسلام کا نفاذ کیونکر ممکن ہے؟ ایک ایسا سوال ہے جواب بھی ارباب عقل و دانش سے جواب کا منتظر ہے۔ لیکن بعض لوگ حالات کے بھنور کی تلخیوں سے سیخ پا ہو کر نفاذ اسلام کو ایسا سہانا خواب قرار دیتے ہیں کہ جس کی تعبیر ناممکن ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ضمیر کا مجرم سب سے بڑا مجرم ہوا کرتا ہے' ضمیر کا چابک' ضمیر کا تازیانہ بہت دردناک ہوتا ہے۔ جب انسان کا ضمیر سو جاتا ہے تو اس میں سے انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔ ضمیر کی آواز کے دب جانے کا مطلب کیا ہے؟ تمام انسانی اقدار کا گلا گھونٹ دینا ہاں! جب فرد سے جو معاشرے کی اکائی اور خشت کا درجہ رکھتا ہے' انسانیت ختم ہو جائے تو پھر اس کا وجود نہ صرف معاشرے کے لئے ناسور ہے بلکہ خود اس کے لئے بھی باعث رسوائی ہے۔ اب دیکھئے انسانیت اور ضمیر کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور انسان میں انسانیت پیدا کرنے اور ضمیر کو صیقل اور بیدار کرنے کا سہرا مذہب کی جانب لوٹتا ہے اور اسلام وہ مذہب وحید ہے جو ضمیر اور انسانیت کا داعی ہے لیکن جو آج ہمارے معاشرے میں انہی دو چیزوں کا فقدان ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں ایک عام فرد سے لے کر حکمران تک سب میں پیدا ہو جائیں تو معاشرہ و ملک اسلامک رولز کا نظارہ پیش کر سکتے ہیں گویا کہ نظام اسلام کا نفاذ ناممکن نہیں ہے اور اگر آج اس کا نفاذ ہو جائے تو نہ صرف تحریک پاکستان کے شہدا کی قربانیاں رنگ لائیں گی بلکہ ہم اللہ تعالی کی رحمت و نصرت کے حقدار ٹھہر سکتے ہیں لیکن اب یکبارگی نفاذ اسلام کا انقلاب دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا۔

ھمارا نظام حکومت اس قدر اپنے نقوش بگاڑ چکا ھے کہ جسے دیکھ کر "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا تصور ابھرتا ھے.

لہذا اسلام کے ہی اصول تدریج کے پیش نظر چند بنیادی اور اہم امور کی انجام دہی سے اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل آسان ہو جائے گی اور پاکستان حقیقت میں اسلامی مملکت کا روپ دھا سکتا ہے۔

(۱) اسلامی معاشی نظام کی فوری تنفیذ

معیشت کسی بھی ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور معیشت پر ہی ملک کی فلاح و ترقی کا انحصار ہے جبکہ پاکستان میں معیشت پر سود حاوی ہے اور سودی معیشت پورے ملک میں اپنی جڑیں وسیع کر چکی ہے۔ حالانکہ سود کی حرمت اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے سود پر مبنی کاروبار اور معیشت نہ صرف دنیا و آخرت میں سے اسلام کی عظمت، محبت اور شیفتگی زائل کر دیتی ہے۔ تو اس وقت ملک کی نازک صورتحال میں ضروری ہے کہ اسلام پسندی کا عملی ثبوت دیا جائے اور اسلامی معاشی نظام کی تنفیذ کو ممکن بنایا جائے کیونکہ اس سے حلال روزی کمانے کے ذرائع میسر ہونگے اور حرام ذرائع آمدن کی بیخ کنی ہو سکے گی۔ تو جب افراد قوم کی رگوں میں حلال کمائی سے بنا ہوا خون گردش کرے گا تو وہی خون نہ صرف محبت اسلام سے مخمور ہوگا بلکہ اس کی تڑپ اسلامی نظام کے نفاذ کی آئینہ دار ہوگی۔

(۲) نظام حکومت کی اصلاح

کسی بھی مملکت کی صحت و سقم کا انحصار اس کے نظام حکومت پر ہوتا ہے اور آج پاکستان میں نظام حکومت اس قدر اپنے نقوش بگاڑ چکا ہے کہ یہاں سے کوئی قانون نہیں بلکہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی عملی تصویر نظر آ رہی ہے۔ منصب حکومت کی ذمہ داری سمجھنے کی بجائے آباء و اجداد کی جاگیر گردانا جاتا ہے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ صواحب حکومت بلند بانگ دعوے کرنے کی بجائے مملکت خداداد کے خدوخال اس سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کریں اور غیر مسلم طاقتوں کے سامنے سربسجود ہونے کے بجائے نظام خلافت کے نقوش کو ابھارنے کی سعی کریں کہ جس کے سامنے دنیائے عالم کی منہ زور طاقتیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں۔

(۳) نصاب تعلیم میں توازن

تعلیم انسان کو انسانیت کی معراج تک پہنچا دیتی ہے جبکہ تعلیم سے دوری اسے تحت الثریٰ کی گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے۔ اسی لئے کسی بھی ملک کی ترقی اس کے تعلیم یافتہ افراد پر انحصار کرتی ہے اور اس ملک کا نظام تعلیم ایک سانچہ ہے جس میں افراد کو ڈھالا جاتا ہے۔ نظام تعلیم ہمیشہ قومی امنگوں کا مظہر ہوتا ہے۔ اس نظام تعلیم اساتذہ، طلباء، درسی کتب اور ذرائع ابلاغ سب ایک ہی مقصد کی تکمیل کے لئے کام کرتے ہیں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے تو پاکستان کے نظام تعلیم کو اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ ایسے شہری تیار کرے جو حکومت کے ہر شعبہ میں اس مملکت کے نظریاتی تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ ہمارے نصاب تعلیم میں یہ بنیادی نقص ہے کہ جن ایمانیات، عقائد اور اخلاقیات پر ہماری تہذیب و اخلاق کی ساری بنیاد قائم ہے یہ تعلیم ان کو تقویت پہنچانے کی بجائے الٹا کمزور کرتی ہے۔ ہمارا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم غیر کے ہاتھوں کا کھلونا بن چکے ہیں اور پاکستانی تجاہل عارفانہ کے نشے میں مست طوعاو کرھا اسی نصاب اور نظام کو قبول کئے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا نصاب تعلیم ایسے لوگ تیار کریں جو اسلام شناس اور مذہب پسندی کے جذبہ سے سرشار ہوں اور تعلیمات اسلامیہ سے واقفیت رکھتے ہوں اور پھر حکومتی ایوان اس قدیم اور جدید علوم کے اس حسین امتزاج کو حصہ مملکت بنائیں اس سے نہ صرف قوم میں خود اعتمادی پیدا ہو سکتی ہے بلکہ نوجوانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوگی جو اسلامی روایات اور تہذیب سے محبت کرتی ہوگی اور یہ تعلیم یافتہ نوجوان وطن عزیز میں نفاذ اسلام کیلئے کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

(۴) ذرائع ابلاغ کی تطہیر

ذرائع ابلاغ اس جدید دور میں ایک اہم تعلیمی ادارہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور رسائل وغیرہ عوام کی تعلیم و تربیت میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ جس ذہن کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اسی قسم کی عوام کی تربیت ہوگی۔ اسلامی کے نظام کے عملاً نفاذ کے لئے ذرائع ابلاغ کی تطہیر از حد ضروری ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ فحاشی، عریانی، بے حیائی، بداخلاقی، لادینیت، جرائم اور قانونیت کی بجائے "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا فریضہ منصبی سرانجام دیں۔ ذرائع ابلاغ کی تطہیر سے عام معاشرہ کی اسلامی اطوار پر اخلاقی ذہن سازی نہایت ہی آسان ہو جائیگی اور یہی چیز نفاذ اسلام کی منزل کو قریب تر کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

(۵) عوام الناس کی صحیح راہنمائی اور ذہن سازی

لوگوں کے عام طبقہ کی حالت زار کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اکثریت ناخواندہ اور ہر

سبز باغ دکھانے والے کی تقلید کو لازم سمجھتی ہے۔ ایسی صورتحال میں ضروری عوام الناس کی صحیح خطوط پر راہنمائی کی جائے اور ان کی اسلام کی طرف میلانگی کے لئے ان کی وسیع پیمانے پر ذہن سازی کی جائے اور اس سلسلہ میں تمام تر ممکنہ سرکاری اور غیر سرکاری وسائل کو بروئے کار لایا جائے تاکہ پاکستان کا اکثریتی حصہ اسلامی تعلیمات کی کم از کم بنیادی جزئیات سے نابلد نہ رہے۔ ایسے ہی ضروری ہے کہ عوام الناس کو فرقہ وارانہ کتب' کیسٹ اور دوسرے لٹریچر کی بجائے' اسلام فہمی اور اسلام شناسی پر مشتمل لٹریچر سے نہایت ہی سرعت کے ساتھ متعارف کروایا جائے تاکہ وہ بھی اسلام کی تعلیمات سے آشنا ہوں۔ اس مقصد کیلئے ارباب اقدار کی توجہ نہایت ضروری ہے تاکہ وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ملک برصغیر کے مسلمانوں کو ایک تحفہ' ایک احسان اور ایک آزمائش کے طور پر دیا ہے۔

لیکن آج علماء کرام کی اکثریت نے فرقہ واریت کو ہوا دینا اپنا نصب العین سمجھ لیا ہے اور عوام کو چرب لسانی کے زور پر حق و باطل کے مابین تمیز کرنے والی حس کو بیدار نہ ہونے دینا اپنا مقصد اولین قرار دے دیا ہے۔ کہیں تقلید شخصی کے نام پر اطاعت مصطفیٰ ﷺ سے دوری کی سازشوں کا جال بچھایا جاتا ہے تو کہیں تفسیر قرآن کے نام پر مفاہیم و مطالب قرآن کی پردہ پوشی کی جاتی ہے' کہیں دورہ حدیث کے نام پر سنت مصطفوی ﷺ سے لاتعلقی کا ڈھنگ سکھایا جاتا ہے تو کہیں حکمرانوں کی چاپلوسی کے ذریعہ منصب عالیہ پر تفویض کو اپنا مشن سمجھا جاتا ہے۔

(۶) احساس ذمہ داری کی بیداری

ہر فرد اپنا بہ نظر دقیق جائزہ لے کہ وہ اسلام کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا وہ خود اپنے مختصر جسم پر اسلام نافذ کر چکا ہے' کیا اس کے تمام مقالات زندگی اور معمولات روزمرہ اسلام کے مطابق ہیں؟ اگر نہیں تو بھلا ظلمت میں رہ کر روشنی کی جستجو کرنے والا کیسے منور ہو سکتا ہے جب تک وہ خود اس کی طرف پیش قدمی نہیں کرتا۔ آج ہر فرد کے دل سے احساس ذمہ داری ختم ہو چکا ہے۔ مساجد میں اذانیں ہوتی ہیں مگر رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی۔ ان اذانوں سے نہ رہی ایوان باطل میں لرزہ طاری ہوتا ہے اور نہ ہی مسلم کے دل کی بنجر زمین شاد ہوتی ہے۔ چمن انسانیت سے اخلاقی اقدار کو ختم کر دینا شعلوں کو ہوائیں دینے کے مترادف ہے اور شعلوں کو ہوائیں دینے والا ساون اسلام کی توقع کیسے کر سکتا ہے تو ضروری ہے کہ پاکستانی قوم خواب غفلت سے جاگے اور اس کا احساس ذمہ داری بیدار ہو اور ہر فرد اسلام کے بنیادی عقائد سے واقف ہو' علم دین سے کسی حد تک آگاہ ہو اور اسی دین کی نشر و اشاعت کے جذبہ سے سرشار ہو اور اسلام کے مطابق عمل کرنے کا عزم مصمم کرے۔

(۷) علماء کرام تاریخی کردار ادا کریں

علماء انبیاء کرام ؑ کے وارث ہوتے ہیں اس لحاظ سے انکی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں کہ وہ لوگوں کو ہر قسم کی غلاظتوں سے پاک و خالص اسلام پہنچائیں اور مساجد سے فرقہ ورانہ تشدد پر مبنی فتاویٰ کے بجائے علم و عرفان کے پرنور موتیوں کی بارش ہو۔ بلاشبہ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ علماء کرام اپنا قبلہ درست کر لیں اور عوام کو صحیح فیض پہنچائیں تو کوئی بعید نہیں کہ عوام کے اندر بھی نفاذ اسلام کا جذبہ ابھرے تو ضروری ہے حکمرانوں کیلئے وہ فرقہ ورایت کو ختم کرنے کیلئے' دہشت گردی کے خاتمہ' نفرتوں کے سدباب کے لئے' امن و سلامتی کے لئے' اخوت و اتحاد کے لئے علماء کرام کو اعتماد میں لے کر ہر وہ اقدام کریں جس سے مذہب کے نام پر انسانوں کے خون کی ندیاں بہانے والوں کی بیخ کنی ہو سکے اور ہر پاکستان در در کی ٹھوکریں کھانے کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کے دروازے کا فقیر بننے کو سعادت مندی سمجھے اور چھوٹی چھوٹی ندیوں اور نہروں سے مستفید ہونے کی بجائے براہ راست چشمہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب ہو تاکہ اس کی دینی اور دنیاوی تشنگیاں دور ہو سکیں

خلاصہ بحث

پاکستان میں نظام اسلام کا نفاذ قطعاً ناممکن نہیں ہے بلکہ یہ خواب حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے بشرطیکہ بلند بانگ دعوؤں' خالی خولی نعروں کی بجائے عملی زندگی کی تعمیر ہو اور کوئی بارش کا پہلا قطرہ بننے کی جرات کرے پھر موسلا دھار نہ صرف ظاہری و باطنی غلاظتوں کو نفاستوں میں بدل دیگی بلکہ چمن وطن اپنی تمام تر رعنائیوں اور حسن فطرتی کے ساتھ لہلہائے گا اور نفاذ اسلام کی برکات الٰہیہ سے پاکستان نہ صرف خود کفیل و ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شمار ہو گا بلکہ اغیار کے پنجہ استبداد سے حقیقی آزادی حاصل کر لے گا اور صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ کہلوانے کا حقدار ہو گا۔

مولانا ابوالکلام آزاد

مصالحت

بقائے حق کیساتھ ہوتی ہے نہ کہ فنائے حق کے بعد

میں قرآن حکیم کی بعض آیات اور آغاز اسلام کے ایک واقعہ کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اسلام نے حق پرستی کی جو تعلیم دی ہے' وہ دنیا کے موجودہ اخلاق کی مدعیانہ حق پرستی سے بہت ارفع و اعلی ہے۔ قرآن حکیم اور اسوہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ہمیں حق کا اصول بتلادیا ہے ایک طرف تو یہ تعلیم دی:

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من ذلك۔

ترجمہ:- یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں مخالفوں کے ساتھ نرم دل بنا دیا ہے کہ باوجود اس کی سختی و قسادت کے تم حسن اخلاق و صبر و تحمل سے پیش آتے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی تمہارے پاس نہ آتا۔

دوسری جگہ حکم دیا:

واغلظ عليهم!

ترجمہ:- باطل پرستوں کے ساتھ نہایت سختی کرو کہ وہ نرمی کے مستحق نہیں!

پہلا موقع تو عام طور پر حسن خلق' کشادہ روئی صبر و تحمل' نرمی طبیعت' تہذیب لسان و لہجہ سخن کا تھا۔ اس لئے داعی اسلام کے ان اوصاف کو رحمت الہی قرار دیا۔ لیکن دوسرا موقع حق و باطل' صدق و کذب اور ایمان و کفر

> نفس خادے ہمیشہ ایسی قوموں کی تاک میں رہتا ہے جن کے قدموں کو مصلحت کی خواہش ڈگمگادے یا وہ کفر کی دلفریبی سے مرعوب ہو جائیں۔

کے مقابلے کا تھا۔ فرمایا کہ جس قدر سختی کر سکتے ہو کرو کہ عین عدل و اخلاق ہے۔

چنانچہ سورہ قلم میں ایسی نرمی کو جو حق و صداقت کے خلاف ہو اور راہ عدالت سے

> باطل پرست کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ اعلان حق میں نرمی کرو تو وہ بھی تیرے ساتھ نرمی کریں گے حالانکہ کفر کو راضی رکھ کر ایمان کی دعوت کبھی نہیں دی جاسکتی۔

منحرف کر دے۔ "مداہنت" کے لفظ سے تعبیر فرمایا:

بعض کفار آنحضرت ﷺ کے پاس جمع ہو کر آئے اور کہا کہ بہتر ہے کہ ہم میں اور آپ میں ایک راضی نامہ ہو جائے۔ آپ جو کچھ تعلیم دینا چاہتے ہیں دیجئے لیکن صرف اتنا کیجئے کہ ہمارے بتوں کو اور ہماری بت پرستی و برا نہ کہئے۔ اس کے بدلے میں ہم آپ کو مال و دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ بلکہ حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لینے کے لئے بھی تیار ہیں۔

لیکن اس نے جو نہ صرف ریگستان عرب کا بلکہ تمام بر و بحر عالم کی ہدایت کا شہنشاہ ہونے والا تھا۔ بے ساختہ جواب دیا۔

لوجئتمونی بالشمس حتیٰ تضعوا فی یدی ماسالتکم غیرھا۔ (بخاری)

ترجمہ:- عرب کی بادشاہت تو کیا شے ہے؟ اگر تم سورج کو بھی آسمان سے اتار کر میری مٹھی میں رکھ دو جب بھی میں سوائے کلمہ حق کے دوسری بات منظور نہ کروں گا۔

خدا تعالیٰ نے اسی مصلحت اور نرمی کی خواہش کی نسبت فرمایا:

ودوا لو تدهن فيدهنون۔

یہ باطل پرست کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ اعلان حق میں نرمی کرو تو وہ بھی تیرے ساتھ نرمی کریں گے، حالانکہ کفر کو راضی رکھ کے ایمان کی دعوت کبھی نہیں دی جاسکتی۔

فلا تطع المكذبين۔

پس ان لوگوں کی خواہشوں کی اطاعت نہ کرو جو حق وعدالت کو جھٹلانے والے ہیں۔

روسائے قریش مکہ کی طرح آج ہمارے سامنے بھی ایک قومی وطاقتور گروہ موجود ہے جو چاہتا ہے کہ حق کے اعلان، خیر کی فریاد اور عدل کی طلب میں ہم نرمی کریں، اور پھر وعدہ کرتا ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ بھی ہمارے ساتھ نرمی کرے گا۔

ابو طالب کے مکان پر روساء قریش نے داعی اسلام سے کہا تھا کہ وہ سب کچھ کہیں مگر ان کے بتوں کو برا نہ کہیں۔ یہی شرط مصالحت ہے ٹھیک اسی طرح ہم سے بھی کہا جاتا ہے کہ تم سب کچھ کہو مگر ان بتوں کو برا نہ کہو جو خدا پرستوں کو اپنا غلام بنا رہے ہیں۔ یہی صلح کا طریقہ ہے۔ لیکن اگر یہی طریقہ ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کے چھوڑ دینے کے بعد ہمارے پاس اور کیا باقی رہ جاتا ہے جو کہیں گے؟ حق تو یہی تھا جو تم چاہتے ہو کہ تم سے صلح کر کے دے دیں۔

> **اسلام نے جو حق پرستی کی تعلیم دی ہے وہ دنیا کے موجودہ اخلاق کی مدعیانہ حق پرستی سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔**

جب وہ دے دیا گیا تو اس کے بعد باطل وکفر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

فماذا بعد الحق الا الضلال۔

ابو طالب کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت تھی مگر قوت ایمانی نہ تھی، صحیح بخاری کی اسی حدیث میں ہے کہ بول اٹھے:

"اس میں کیا حرج ہے اگر آپ ان کے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں؟"

آج کل بھی میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعض احباب ہیں جن کے دل میں سچائی کا ایک ولولہ تو ضرور ہے لیکن ایمان کی وہ قوت نہیں ہے جو سچائی کی راہ میں دکھ اٹھانے کی ہمت بخش سکے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر آزادی کا ولولہ خدا پرستی اور تعلیم اسلامی کی راہ سے نہیں آیا ہے۔ بلکہ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی اور حریت خواہ قوموں کے تقلیدی جذبہ کی بناء پر۔

بہر حال اس مصلحت کی خواہش نے انہیں ڈگمگا دیا وہ یا تو کفر کی دلفریبی سے مرعوب ہو گئے یا مصیبتوں اور آزمائشوں کے تصور سے ڈرا دیئے گئے۔ نفس خادع جو ہمیشہ ایسی قوموں کی تاک میں رہتا ہے۔ اب بولنے لگا ہے اور ضعف ایمانی دھوکہ دیتا ہے کہ اس میں ہرج کیا ہے؟ آخر وقت و مصلحت بھی تو کوئی چیز ہے؟

پولیٹیکل کاموں میں نرمی و گرمی دونوں ہوتی ہیں۔ کام کے لئے پہلی شئے فرصت ہے اگر ہم نہ رہے تو ہماری تمام باتیں بھی نہ رہیں گی۔ بہتر ہے کہ سر دست اس "مصالحت" کو مان لیں اور نرمی کریں تاکہ ہمارے ساتھ بھی نرمی کی جائے۔

ودوا لو تدهن فيدهنون۔

لیکن افسوس کہ میرے نادان دوست نہیں سمجھتے کہ "مصالحت" بقائے حق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ فنائے حق کے بعد، نرمی کے یہ معنی ہیں کہ کسی کام کو سختی سے نہ کیجئے، نہ یہ کہ سرے سے کیجئے ہی نہیں؟ سچائی کے ساتھ اگر کچھ ہے تو دیدیجئے پر سچائی کے اندر جو کچھ ہے وہ کیونکر دیا جاسکتا ہے؟ کسی شئے کا غلاف آپ بدل سکتے ہیں لیکن جب تک اس کی محبت آپ کے اندر ہے خود اسے دوسری شئے سے نہیں بدل سکتے پھر حق کی راہ میں مرعوبیت اور خوف ایسا ہی ہے جیسے دریا میں کپڑوں کے بھیگنے سے گریز۔ آپ سے کس نے منت کی تھی کہ آگ سے کھیلئے؟ انگاروں کو مٹھی میں لینے کا دعویٰ ہے تو آبلہ پڑنے کی شکایت کیوں کی جاتی ہے؟ راحت پرستوں کو چاہئے کہ کانٹوں پر چل کر پاؤں چھلنے کی شکایت نہ کریں۔ بلکہ اس خارزار میں سرے سے قدم نہ رکھیں۔

غافل مرو کہ تا د ربیت الحرام عشق
صد منزل ست و منزل اول قیامت ست

یہ سمجھنا کہ کام کے لئے عافیت و فرصت ضروری ہے سچ ہے مگر اس آلہ راحت پرستی کے استعمال کا یہ موقع نہیں۔ اگر آپ حق اور عدالت کا کام کر رہے ہیں تو صرف کام

کیجئے۔اس کی فکر نہ کیجئے کہ ہمارے بعد کیا ہوگا؟

سچائی اور راست بازی کل کی فکر سے بے پرواہ ہے۔اس کا بیج کبھی بھی شرمندہ دہقاں وکاشتکار نہیں ہوا۔وہ خود ہی پھوٹتا ہے اور اپنی پرورش کے لئے خود اپنے اندر آب حیات رکھتا ہے بالفرض اگر اسے اپنی نشو ونما کے لئے پاسبانوں کی ضرورت ہے تو آپ اس کی فکر کو اپنی راحت جوئیوں کے لئے حیلہ نہ بنائیں۔اگر آپ نہ ہوں گے تو آپ کی جگہ خود بخود ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جو آپ سے کام میں بہتر اور تعداد میں زیادہ ہوں گے۔

گماں ہر کہ توچوں بگذری جہاں بگذشت
ہزار شمع بکشتند و انجمن باقی ست

اور غور کیجئے تو جس چیز کو آپ سچائی کی موت سمجھتے ہیں وہی تو اس کے لئے زندگی کا آب حیات ہے۔اگر حق کا بیج آپ کے دامن میں ہے تو زمین کے سپرد کر دیجئے اور ہو سکے تو اپنے خون کے دو چار قطرے بھی اس پر چھڑک دیجئے کہ یہی اس کے لئے آب پاشی ہے اس کے بعد آپ کا فرض ختم ہو گیا۔اب وہ حق نواز اور صداقت پرور اپنے کھیت کی خود نگرانی کرے گا جواب بھی ویسا ہی نگرانی کرنے والا ہے جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے۔

جس چیز کو آپ سچائی کی موت سمجھتے ہیں وہی اس کے زندگی کا آب حیات ہے۔

قل هوالرحمٰن آمنا به و عليه توكلنا فستعلمون من هو في ضلال مبين-(سورہ ملک ۲۹)

یہ "مصالحت" اور "نرمی" کی خواہش نہیں ہے بلکہ ایمان سے ارتداد اور حق سے انحراف کی دعوت ہے۔

فنعوذ بالله من شرها و شراعداء الحق وائمة الكفر۔

اب سے تیرہ سو بتیس برس پہلے جب اس "مصالحت" کو آئمہ کفر و نائبین شیاطین نے پیش کیا تھا تو اسلام کے داعی اول نے حق اور صداقت پرستی کے ایک شہنشاہانہ استغنا کے ساتھ یہ کہہ کر بے باکانہ رد کر دیا تھا۔

لو جئتموني بالشمس حتىٰ تضع في يدي ماسالتكم غيرها۔

اگر تم میں ایسی قدرت و طاقت پیدا ہو جائے کہ تم آسمان سے سورج اتار کر میری ہتھیلی پر رکھ دو جب بھی طلب حق کے سوا تم سے اور کچھ نہ چاہوں گا اور وہی کہوں گا جو کہہ رہا ہوں۔

پھر آج بھی اس مقدس داعی حق کا کوئی سچا فرزند ہے جس کو حق کا پاک اور مبارک عشق اسلام کے ورثاء میں ملا ہو، جو ویسے ہی کبر صداقت ویسے ہی عظمت حقانی، ویسے ہی شان صمدانی اور بالکل اسی طرح شہنشاہوں کے سے استغناء اور تاجداروں کی سی ہیبت و جبروت کے ساتھ بلا خوف تو تزلزل اس مصالحت کفر خواہ اور اس اتحاد باطل اندیش کو اعلانیہ ٹھکرا دے اور اپنی صولت الٰہی اور دبدبہ ملکوتی سے ارواح و ملائکہ حقانیت اور ملاء علیین صداقت کو غلغلہ حمد وثناء سے جنبش میں لے آئے؟

زمین کے حق پرست انسان اور آسمان کے فرشتے، دونوں اس کے منتظر ہیں۔

خیر و درکاسۂ زرآب طرب ناک انداز
پیش ازانے کہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادی خاموشاں ست
حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز

بقیہ درس قرآن

وضاحت کر رہے ہیں، نواب صدیق حسن خان نے فی سبیل اللہ کے مفہوم میں علمائے دین کو بھی شامل کیا ہے، چاہے وہ مال دار ہی ہوں اور کہا ہے کہ ان پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ اہم تر ہے، کیونکہ ان کے ذریعے سے ہی دین اسلام کا تحفظ اور شریعت کی بقاء ممکن ہے۔

بقیہ تبصرہ کتب

سارے "احبار و رھباء" رات دن مشغولیت سے پہلے ہی کر رہے ہیں۔

اگر ایک رسالہ جس کی پیشانی کا جومر اہل تحقیق کی منتخب جماعت ہے نہ بھی کرے تو کمی نہ آئے گی۔"اخوت" کا تقاضا ہے کہ اس رسالہ کو "حبل امہ" تھامنے میں حائل کسی بھی عبارت و مفہوم سے پاک رکھا جائے اور پھر اس کی اشاعت کھلے دل سے ہو۔

ایسا نہ ہو کہ یہ بھی خود ساختہ پرانے چراغوں کی طویل لائن میں رکھ دیا جائے۔

اللہ تعالی اسی عظیم کتاب کی خدمت کے لئے اپنے مخلص بندوں کی تائید فرمائے۔آمین